ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

امام غزالیؒ کا احیاء علوم الدین میں منجیات پر مبنی تفسیری اقوال کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of Imam Ghazali's Tafsir Sayings Based on "Manjiyat" in "Ahyaya Uloom al-Din"

1۔ فراز احمد

لیکچرر، شعبہ اسلامیات، منہاج یونیورسٹی لاہور، پاکستان۔

2۔ صاحب دین

پی ایچ ڈی سکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔

3۔ ڈاکٹر آصف محمود

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، منہاج یونیورسٹی لاہور، پاکستان۔

Abstract

Imam al-Ghazali interprets repentance as a form of spiritual attraction. He describes repentance in the form of regretting sins and turning to Allah. Imam Ghazali emphasizes on patience and gratitude. According to him, patience is important in hot and rainy days and gratitude in times of hardship and supply. Statement of Fear and Hope Imam Ghazali interprets fear and hope as faith. Fear is associated with Allah's punishment and hope is associated with Allah's mercy. Imam Ghazali talks about the importance of poverty and asceticism. In the light of Islamic traditions, he interprets staying away from worldly wealth and financial affairs and considers poverty to be beneficial in the path of spirituality. These sayings of Imam Ghazali in his book "Ahiyya Uloom al-Din" show his spiritual understanding and practical life. In the way of bringing forth their interpretative understanding.

Key Words: Spiritual, Sins, Gratitude, Asceticism, Patience, Emphasizes, Interprets, Fear

منجیات سے مراد نجات دلانے والے امور کا بیان ہے۔ احیاء العلوم میں امام محمد الغزالی نے منجیات کے بیان میں ہر اس قابل تعریف بات اور خصلت کو بیان کیا ہے کہ جس کی طرف رغبت ہوتی ہے یعنی مقربین، صالحین اور صدیقین کی عادات جن کے ذریعے اپنے رب کا قرب حاصل کیا ہے نیز ہر اس خصلت کی تعریف اور اس کی حقیقت اور اسے حاصل کرنے کا طریقہ، پھر اس سے حاصل ہونے والے فوائد اور اس کو پہچاننے کی علامات اور فضیلت جس کی وجہ سے اس میں رغبت پیدا ہوتی ہے۔ آپ نے اس کو عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے اور پھر قرآن مجید کی متعدد آیات کو بیان کرنے کے بعد اس پر اپنے تفصیلی تفسیری اقوال کو تحریر کرتے ہیں اور اس میں چھپے رموز کو واضح کرتے جاتے ہیں۔ چنانچہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس موضوع کو بھی ابواب پر ترتیب دیا ہے جن میں توبہ، صبر شکر، خوف و امید اور فقر و زہد کا بیان شامل ہیں۔ جن کی ترتیب درج ذیل ہے:

1. توبہ کا بیان

امام ابو حامدؒ نے منجیات کے باب میں سب سے پہلے توبہ کا ذکر فرمایا ہے۔ بے شک عیبوں کو چھپانے اور غیبوں کو جاننے والے کی طرف رجوع کر کے گناہوں سے توبہ کرنا، راہ طریقت پر چلنے والوں کا آغاز، کامیاب لوگوں کا سرمایہ اور ارادہ کرنے والوں کا پہلا قدم، راستے سے دور ہونے والوں کے لئے استقامت کی کنجی اور مقربین بارگاہ کے لیے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

انتخاب وبرگزیدگی کا ذریعہ ہے۔توبہ کا وجوب آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ سے واضح ہوتا ہے اور یہ نور بصیرت کے ذریعے اس شخص پر واضح ہوتا ہے جس کی بصیرت کی آنکھ کھل چکی ہو،رب کائنات نے نور ایمان سے اس کا سینہ کھول دیا ہو۔ چنانچہ امام ابو حامد الغزالیؒ مختلف مقامات پر قرآنی آیات پیش کرتے ہیں اور پھر ان کا تفسیری اقوال کے ذریعے تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔چنانچہ اس حوالے سے ایک مقام پر قرآن مجید کی آیت مبارکہ پیش کرتے ہیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا([1])

اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو۔

الف۔ امام غزالی کا موقف:

آپؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں وارد لفظ "نصوح" کا معنیٰ و مطلب اللہ رب العزت کے لیے ایسا خالص ہونا ہے کہ کسی قسم کی ملاوٹ اس میں نہ پائی جائے۔اور آپ فرماتے ہیں کہ "نصوح" کا لفظ "نصح" سے بنا ہے۔([2])

آپؒ نے نجات دینے والے امور کو بیان کرنے میں توبہ کو مقدم کیا،جس کے اندر توبہ کی حقیقت،شرائط،اسباب،علامات،ثمرات،توبہ میں رکاوٹ ڈالنے والی آفات اور اس کو آسان کرنے والی چیزوں کو بیان کیا اور اس ساری تفصیل کو چار ارکان میں تقسیم کیا۔مثلاً پہلا رکن:توبہ سے متعلق ہے جس کو پانچ فصول میں تقسیم کیا اور اس کی دوسری فصل توبہ کے وجوب اور اس کی فضیلت سے متعلق ہے جس کے اندر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ سے متعلق تین آیات قرآنیہ اور دو احادیث مبارکہ اور توبہ کے وجوب و فضائل سے متعلق تفصیلاً گفتگو کی۔ان آیات قرآنیہ میں سے ایک آیت کریمہ مذکور میں بیان ہوئی جس میں آپ نے لفظ نصوح کی وضاحت کی ہے جس کا معنی ہے خالص ہونا اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک ہونا ہے،یعنی یہ توبہ کسی عوض کی وجہ سے نہ ہو،جو شخص دنیا میں گناہ کرتا ہے اس کا مقصد اپنی خواہش پورا کرنا ہے اور جو شخص اس گناہ سے توبہ کرتا ہے اس کا مقصد اپنی آخرت سنوارنا ہے،یہ تو اپنے نفس کے لیے توبہ ہے،اللہ کے لیے نہیں ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق توبہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہو،یعنی انسان جب رب کی بارگاہ میں اپنے گناہوں پر شرمندگی کا احساس لئے ہوئے حاضر ہو تو اس کے دل کے اندر حقیقت میں یعنی خالص اللہ کا خوف موجود ہو یعنی بارگاہ الٰہی میں توبہ خوف خدا کی وجہ سے کر رہا ہو نہ کہ کسی اور وجہ سے،تو ایسی توبہ جو ہر قسم کی ملاوٹ سے اور دھوکے سے پاک ہو،رب کے خوف کی وجہ سے اس کی بارگاہ میں کی جائے تو ایسی توبہ کو توبہ النصوح کہتے ہیں اور جس گناہ سے آدمی توبہ کر رہا ہے وہ یا تو اللہ کا حق ہو گا یا بندوں کا حق ہو گا،اگر وہ اللہ کا حق ہے مثلاً نماز کو ترک کرنا تو اس کی توبہ اس وقت تک صحیح نہیں ہو گی جب تک نادم ہونے کے ساتھ ساتھ ترک کی ہوئی نماز کو ادا کرے اور اگر اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو تو وہ اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کر دے اور اگر اس نے کسی پر زنا کی تہمت لگائی ہے تو اپنے آپ کو حد قذف کے لیے پیش کر دے۔

اگر اس سے قصاص کو معاف کر دیا گیا تو اس کا نادم ہونا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا اخلاص سے ارادہ کرنا،اس کی توبہ کے لیے کافی ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ دیت کی پیش کش کرے اور اگر اس نے شراب پی ہے یا زنا کیا ہے اور قاضی کے سامنے جرم پیش ہونے سے پہلے اس نے توبہ کر لی ہے تو حد جاری ہونے سے وہ پاک ہو جائے گا اور اگر قاضی کے سامنے اس کا مقدمہ پیش نہیں ہوا اور اس نے تنہائی نادم ہو کر اخلاص سے توبہ کر لی تو یہ کافی ہے اور اگر اس کا گناہ بندوں پر ظلم کرنا ہے تو اس کی توبہ اس وقت صحیح ہو گی جب وہ اس بندہ کا حق لوٹا دے گا اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو یہ عزم کرے کہ جب وہ اس پر قادر ہو گا اس کا حق واپس کر دے گا اور اگر اس نے کسی بندہ کو نقصان پہنچایا ہے تو اس سے معافی مانگ لے اور اس پر استغفار کرے،جب وہ شخص معاف کر دے گا تو اس کا گناہ ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نے کسی بندہ کو ناحق مارا پیٹا ہے یا اس کو گالی دی تو اس سے معافی مانگے،وہ شخص معاف کر دے گا تو اس کا گناہ ساقط ہو جائے گا۔توبہ سے متعلق ایک اور مقام پر امام ابو حامد الغزالیؒ قرآن کریم کی آیت پیش کرتے ہیں:

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَاوَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ([3])

قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے پھر وہ کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی سی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

ب۔ امام غزالی کا موقف:

آپؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں بیان کردہ "اجل قریب یعنی تھوڑی مدت" کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ تھوڑی مدت کا وہ مطالبہ کرے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ نگاہوں سے پردہ اٹھنے کے وقت بندہ کہتا ہے: اے ملک الموت مجھے ایک دن کی مہلت دے دو تاکہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ کرلوں اور اپنے لئے نیکیوں کا توشہ لے لوں۔ موت کا فرشتہ جواب دیتا ہے تونے سارے دن برباد کردیئے اب کوئی دن نہیں، بندہ کہتا ہے تو پھر ایک گھڑی ہی مہلت دے دو۔ فرشتہ جواب دیتا ہے تم نے تمام ساعتیں ضائع کردیں، اب کوئی ساعت نہیں، پس اس پر توبہ کا دروازہ بند کردیا جاتا ہے۔[4]

آپؒ کے اس قول سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ انسان دنیا میں غفلت میں رہتے ہوئے اپنے رب کو بھول جاتا ہے اور اس کے ذکر میں، اس کی عبادت میں مشغول ہونے کی بجائے اپنا دل دنیاوی باتوں میں اور دیگر خرافات میں لگائے رکھتا ہے کہ اچانک موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے کے لیے آجاتا ہے اور پھر بندے کے پاس توبہ کرنے کی بھی مہلت نہیں ہوتی۔ چنانچہ انہوں نے بندے کے اس وقت کی کیفیت کو بیان کیا کہ اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بندہ اگر دنیا میں توبہ کیے بغیر مر گیا تو آخرت میں اس کی پکڑ بہت سخت ہے اور اس کو پھر ایک لمحہ ایک موقع اور ایک ساعت بھی اس چیز کے لیے نہیں دی جائے گی لہذا ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیے کہ مرنے سے پہلے ہی مرنے کی تیاری کرے۔ بارگاہ خدا میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرکے اس کے حضور سچی اور پکی توبہ کرے۔ ایسے ہی منجیات کے باب میں ایک اور مقام پر امام غزالی رحمۃ اللہ توبہ کے بارے میں قرآنی آیت کو پیش کرتے ہیں:

وَ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[5]

اور اللہ کی طرف توبہ کرو، اے مسلمانوں! سب کے سب اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

ج۔ امام غزالی کا موقف:

امام محمد الغزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو خطاب فرماتا ہے اور آپ فرماتے کہ نور بصیرت بھی اسی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، کیونکہ توبہ کا معنیٰ ہے: "اس سے واپس لوٹنا، جو رب کائنات سے دور اور شیطان کے قریب کرتا ہے۔"

اور یہ کام کسی عقلمند ہی سے متصور ہوتا ہے اور عقل کی فطری تکمیل اسی وقت ہوگی جب شہوت، غضب اور وہ تمام مذموم صفات جو انسان کو بہکانے کے لئے شیطان کے جال ہیں، سے پاک ہو، کیونکہ عقل چالیس سال کی عمر میں عقل کامل ہو جاتی ہے جبکہ بلوغت کے قریب بنیادی طور پر پوری ہو جاتی ہے اور اس کی نشانیاں سات سال کے بعد ظاہر ہو جاتی ہیں اور خواہشات شیطان کا لشکر ہیں اور عقول فرشتوں کا لشکر ہیں۔ جب یہ دونوں اکٹھے ہوں گے تو ان کے مابین لڑائی ضرور ہوگی کیونکہ ایک دوسرے کی ضد ہونے کی وجہ سے دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ ان دونوں کے درمیان ایسی جنگ ہے، جیسی رات اور دن اور روشنی اور اندھیرے میں ہے کہ ایک وقت میں جمع نہیں ہوسکتے۔

جب ان میں سے ایک لشکر غالب آجاتا ہے تو دوسرے کو نکال کر باہر کرتا ہے اور اگر نفسانی خواہشات بچپن اور جوانی میں عقل کے کامل ہونے سے پہلے ہی کامل ہو جائیں تو شیطانی لشکر سبقت لے جاتا ہے اور دل پر قبضہ جمالیتا ہے تو لامحالہ دل میں خواہشات سے انسیت اور الفت پیدا ہو جاتی ہے اور خواہشات بندے پر غلبہ کرلیتی ہیں، جس کی وجہ سے اس کا ان سے نکلنا دشوار ہو جاتا ہے۔[6]

آپؒ اس آیت کی تفسیر میں انسان کے توبہ کی طرف مائل نہ ہونے کی وجوہات کی طرف اشارہ کرتے ہیں آپؒ فرماتے ہیں کہ اس میں توبہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس راستے سے واپس لوٹ آئے جو اس کو شیطان کے قریب کرتا ہے اور اپنے رب سے دور کرتا ہے اور کسی عقلمند کے ذریعے ہی یہ بات تکمیل کو پہنچ سکتی ہے۔

کیونکہ چالیس سال کی عمر میں عقل کامل ہوتی ہے جب کہ بلوغت کے قریب قریب بنیادی طور پر پوری ہو چکی ہوتی ہے، اس کا تصور اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کوئی شخص تمام بری اور مذموم صفات سے حقیقی طور پر بچتا رہے، کیونکہ آپؒ فرماتے ہیں کہ شیطانی خواہشات جب بندے پر غالب آجاتی ہیں تو پھر اس کا توبہ کی طرف مائل ہونا، انتہائی دشوار ہوتا ہے۔ لہذا ضروری امر یہ ہے کہ انسان خواہشات کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دے اور قلب کو صاف اور شفاف رکھے، گناہوں کی نحوست اور خباثت سے دور رہے، تاکہ وہ رب کی طرف مائل ہو اور اس کی طرف اپنے گناہوں پر ندامت اور شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے صدق دل سے توبہ کرے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

2. صبر اور شکر کا بیان

منجیات کے بیان میں امام محمد زین الدین الغزالیؒ توبہ کے بعد صبر و شکر کا بیان لے کر آتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے خود کو صبور اور شکور ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ صبر اور شکر کا نہ جاننا، ایمان کے دو حصوں اور اللہ عزوجل کی دو صفات سے غافل ہونا ہے اور ایمان کے بغیر قرب الٰہی حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں جس ذات پر ایمان لانا ہے اور جو چیزیں ایمان کا حصہ ہیں ان کی معرفت کے بغیر ایمان کے راستے پر چلنے کا تصور بھی کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اور صبر اور شکر کو جاننے کی کوشش نہ کرنا، یہ رب کائنات کی معرفت اور ایمان کی حقیقت جاننے سے منہ موڑلینا ہے۔ چنانچہ ان دونوں کے لیے وضاحت و بیان کی ضرورت اور حاجت ہے اور ان کا باہم گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا ہم انہیں ایک ہی جگہ دو حصوں میں بیان کریں گے۔

چنانچہ آپؒ پہلے صبر سے متعلق قرآنی آیات کا ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے اوپر اپنا تجزیاتی یا تفصیلی قول ذکر کرتے ہیں۔ ایک مقام پر قرآنی آیت کا ذکر کرتے ہیں:

اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ۫ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (7)

یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے درود ہیں اور رحمت اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

الف۔ امام غزالی کا موقف:

آپؒ فرماتے ہیں کہ یہاں پر ہدایت، رحمت اور درود یہ سب صبر والوں کے لئے ہے۔ امامؒ کے تفسیری قول کے مطابق اس آیت مبارکہ میں جو لوگ اللہ رب العزت کی رحمت اور درود کے حقدار ہیں اور اس کی بخشش کے خزانے لوٹنے والے ہیں، ان سے مراد وہی لوگ ہیں جو اس کی دی ہوئی، اس کی عطا کی ہوئی چیزوں پر صبر کرتے ہیں اور ہر وقت اس کی رضا کے طالب رہتے ہیں۔

چنانچہ جب بندہ اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر کرے اور جو چیز اس نے عطا نہیں کی، ان کی طلب میں ناشکری نہ کرے، بلکہ صبر کرتا رہے، اس کی توحید بیان کرتا رہے اور اس کے نام کو بلند کرتا رہے تو ایسے لوگوں کے متعلق اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ یہی وہ لوگ ہوں گے جو کہ میری رحمت اور میرے درود کے حقدار ہیں اور یہی لوگ سیدھے راستے پر ہیں۔

اگر کوئی دنیا میں بھی ایسے لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہے کہ سیدھے راستے پر کون سے لوگ ہیں تو صبر اور شکر کرنے والے لوگوں کی تلاش کرے۔ حقیقت میں یہی لوگ رب کی رحمت کے حقدار اور سیدھے راستے پر ہیں۔

صبر سے متعلق ایک اور مقام پر امام صاحبؒ قرآن مجید کی آیت مبارکہ پیش کرتے ہوئے اس پر اپنا تفسیری قول ذکر کرتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى (8)

بے شک اللہ رب العزت حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کو دینے کا۔

ب۔ امام غزالی کا موقف:

آپؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ

فالعدل هو الفرض والإحسان هو النفل وإيتاء ذي القربى هو المروءة وصلة الرحم وَكُلُّ ذَلِكَ يَحْتَاجُ إِلَى صَبْرٍ(9)

عدل کرنا فرائض میں سے ہے اور احسان مستحب اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو عطا کرنا، مروت اور صلہ رحمی ہے اور یہ تمام کے تمام امور صبر کے محتاج ہیں۔

سیدنا ابو حامد محمد الغزالی کے تفسیری قول سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ احسان کرنا، لوگوں پر ایک اچھا مستحسن طریقہ ہے اور جو شخص اپنے قریبی رشتہ داروں کو عطا کرتا ہے ان کی مدد کرتا ہے ان کا خیال رکھتا ہے اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات سمجھتا ہے اور ایسا شخص جو یہ عمل کرتا ہو اور ان تمام کے تمام امور پر عمل کرتا ہو تو یہ صبر کے زمرے میں آتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں یہ آیت بھی صبر ہی کے بارے میں درس دیتی ہے۔ ایسے ہی شکر سے متعلق آیت مبارکہ کو ذکر کرتے ہیں:

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ[10]

بے شک وہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پوجتے ہو تمہاری طرح کے بندے ہیں۔

ج۔ امام غزالی کا موقف:

آپؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے تحت معلوم ہوا کہ:

فالشكر باللسان من جملة الشكر[11]

زبان سے شکر ادا کرنا بھی شکر کی ایک قسم ہے۔

ابو حامد الغزالیؒ کے اس تفسیری قول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس آیت میں اللہ رب العزت کے علاوہ کسی دوسرے کے پوجنے سے مراد اس کو پکارنا ہے کہ اس کو رب کے علاوہ اللہ رب العزت کی ذات کا تصور کرتے ہوئے اگر پکارا جائے تو یہ شرک کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت کی ناشکری بھی ہے۔ اسی وجہ سے آپؒ فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا، زبان سے رب کا ذکر کرنا، اس کو پکارنا، یہ اس کا شکر ہی ہے اور اس کے غیر کو رب سمجھتے ہوئے پکارنا، یہ شرک کے ساتھ اس کی ناشکری بھی ہے۔

3. خوف اور امید کا بیان

صبر اور شکر کے بیان کے بعد امام صاحب خوف اور امید کے موضوع کو زیر بحث لاتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ امید اور خوف یہ دو ایسے پَر ہے کہ جن کے ذریعے مقربین ہر پسندیدہ مقام کی طرف پرواز کرتے ہیں اور دو ایسی سواریاں ہیں جن پر سوار ہو کر وہ آخرت کی راہوں کی ہر دشوار گزار گھاٹی طے کرتے ہیں۔ رحمان کے قرب اور جنت کی طرف ایسی صورت میں نہیں چلا جاسکتا، جب امید بہت دور اور زادہ راہ ایسا بھاری ہو، جو دلوں کو ناپسند اور اعضاء کی مشقتوں سے پُر ہے مگر امید کی لگام کے ذریعے یہ سفر ممکن ہے اور انتہائی پوشیدہ خواہشات اور عمدہ لذات کے ضمن میں چھپی ہوئی دوزخ کی آگ اور دردناک عذاب سے خوف اور سختی کے کوڑوں کے ذریعے ہی بچا جاسکتا ہے۔

چنانچہ آپؒ خوف اور امید سے متعلق متعدد آیات کو لاتے ہیں پھر ان پر اپنے تفسیری اقوال تحریر فرماتے ہیں۔ ایک مقام پر قرآن مجید کی آیت مبارکہ ذکر کرتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ[12]

وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے، وہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں۔

الف۔ امام غزالی کا موقف:

امام صاحب فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ:

أولئك يستحون أن يرجوا رحمة الله وما أراد به تخصيص وجودالرجاء لأن غيرهم أيضاً قد يرجو ولكن خصص بهم استحقاق الرجاء فَأَمَّا مِنْ يَنْهَمِكُ فِيمَا يَكْرَهُهُ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا يَذُمُّ نَفْسَهُ عَلَيْهِ وَلَا يَعْزِمُ عَلَى التَّوْبَةِ وَالرُّجُوعِ فَرَجَاؤُهُ الْمَغْفِرَةَ حُمْقٌ كَرَجَاءِ مَنْ بَثَّ الْبَذْرَ فِي أَرْضٍ سَبِخَةٍ وَعَزَمَ عَلَى أَنْ لَا يَتَعَهَّدَهُ بِسَقْيٍ وَلَا تَنْقِيَةٍ[13]

یہ لوگ رحمت الٰہی کی امید رکھنے کے مستحق ہیں اس سے یہ مراد نہیں کہ امید صرف انہی لوگوں کے ساتھ خاص ہے کیونکہ بعض اوقات ان کے علاوہ لوگ بھی امید رکھتے ہیں لیکن امید رکھنے کے حقدار صرف یہی لوگ ہیں۔ رہا وہ شخص جو اللہ رب العزت کے ناپسندیدہ کاموں میں منہمک رہتا ہے نہ اس پر نفس کی مذمت کرتا ہے اور نہ توبہ اور رجوع کا ارادہ رکھتا ہے تو ایسے شخص کا مغفرت کی امید رکھنا بے وقوفی ہے اور اس طرح کی امید اس شخص کی امید جیسی ہے جو نمکین زمین پر بیج بوئے اور پانی دینے اور صفائی کے ذریعے اس کی دیکھ بھال کرنے کا ارادہ نہ کرے۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں رحمت الٰہی کی امید رکھنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ رحمت کی امید صرف ایسے ہی لوگوں کے ساتھ خاص ہے کہ جو دل وجان سے رب کی ذات پر اور اس کی تمام صفات پر ایمان لائے پھر رب کے لئے دین کے لئے اور اسلام کی سربلندی کے لیے اپنے گھر بار کو چھوڑ دیا اور وہ پھر اللہ کی راہ میں دین کی سربلندی کے لیے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے تو ایسے ہی لوگ اللہ رب العزت کی رحمت کے امیدوار ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ امید کے حقدار صرف یہی لوگ ہیں ایسا شخص رب کی رحمت کی امید کا حقدار

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

نہیں ہو سکتا جو اپنے نفس اور اللہ رب العزت کے ناپسندیدہ کاموں میں ہی ہمیشہ منہمک رہتا ہے اور وہ توبہ اور رجوع کا دروازہ اپنے رب کی بارگاہ میں نہیں کھولتا اور اپنے گناہوں کی معافی بھی نہیں مانگتا تو ایسا شخص گناہوں پر اصرار کے باوجود بھی اگر رب سے مغفرت کی امید رکھتا ہے تو وہ بے وقوف شخص ہے۔ ایک مثال کے ذریعے آپ اس بات کو سمجھ آتے ہیں کہ ایک ایسا شخص ہے جو کہ نمکین زمین پر بیج بوئے اور پھر پانی دینے اور صفائی کے ذریعے اس کی دیکھ بھال کرنے کا ارادہ نہ کرے تو اس کی فصل کیسے تیار ہو سکتی ہے وہ زمین بنجر کی بنجر ہی رہے گی، ایسے وہ تیار نہیں ہو گی۔ امید سے متعلق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور قرآن پاک کی آیت ذکر کرتے ہیں:

اَلَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰه(14)

اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہ ہو

ب۔ امام غزالی کا موقف:

ابو حامد الغزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا حرام ہے۔(15) آپؒ اس آیت میں رحمت سے ناامید ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہاں پر رب کے فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ اس کی رحمت سے ناامید ہونا حرام ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ زندگی میں آنے والی پے در پے مصیبتوں ،مشکلوں اور دشواریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز مایوس اور ناامید نہ ہو کیونکہ یہ کافروں اور گمراہوں کا وصف اور کبیرہ گناہ ہے اور یہ کافروں کا وصف ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ(16)

اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

"وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ(17)

گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے؟

اور کافر شخص کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

"لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ(18)

آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اُکتاتا اور اگر کوئی برائی پہنچے تو بہت ناامید، بڑا مایوس ہو جاتا ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف اور اُس کی رحمت سے مایوس اور ناامید ہونا۔(19)

جبکہ مسلمان کے ایمان کی بنیاد خوف اور امید پر ہی ہے کہ انسان کے دل میں رب کا خوف بھی ہو اور اس کی رحمت بھی اتنی ہو کہ وہ اسے بخش دے گا اور اس کو جنت میں داخل فرما دے گا یعنی انسان گناہوں کی کتنی ہی کثرت کر لیں اس کے باوجود وہ اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ کرے اور توبہ کے ساتھ ساتھ یہ بھی امید رکھے کہ اس کا رب اس کو معاف فرما کر بخش دے گا اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

امید سے متعلق آیات کو ذکر فرمانے کے بعد آپؒ خوف سے متعلق متعدد قرآن مجید کی آیات کو یکے بعد دیگرے ذکر کرتے ہیں چنانچہ ایک مقام پر خوف سے متعلق قرآن مجید کی آیت کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا(20)

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

ج۔ امام غزالی کا موقف:

آپؒ فرماتے ہیں کہ: بندے کو اللہ عزوجل کی کامل معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے دل میں سوزش اور خوف کی حالت پیدا ہو جاتی ہے سوزش کا اثر دل سے اس کے بدن ظاہری اعضاء اور صفات پر ہوتا ہے۔(21)

آپؒ کے قول سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اس کی کامل معرفت حاصل کر لیتے ہیں چنانچہ جب بندے کو رب کی کامل معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور اس کو یقین ہوتا ہے کہ میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں تو میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے تو اس صورت میں کوئی بھی گناہ یا رب کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے کہیں وہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ ایسے بندے کی پہچان یہ ہے کہ اس کا خوف اس کے دل سے باہر اس کے بدن پر اس کے ظاہری اعضاء پر اور اس کی صفات میں بھی نمایاں ہوتا ہے۔ چنانچہ جب کسی بندے میں اپنی رب کے بارے میں خوف کی یہ حالت ہو تو ایسے ہی بندوں کے بارے میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اس سے ڈرنے والے اس کے علم والے بندے ہیں۔خوف سے متعلق ایک اور قرآن مجید کا آیت مبارکہ ذکر فرماتے ہیں:

وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (22)

اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

د۔ امام غزالی کا موقف:

آپؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے اپنے خوف کا حکم دے کر اس کو لازم قرار دیا ہے بلکہ اسے ایمان کے لئے شرط بتایا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی مومن کے بارے میں اس بات کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ خوف خدا سے بالکل خالی ہو مومن کے دل میں خوف خدا ضرور ہوتا ہے اگر چہ کمزور ہو اور خوف کی کمزوری اس کی معرفت اور ایمان کی کمزوری کے اعتبار سے ہوتی ہے(23)

آپؒ کے اس تفسیری قول سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ رب العزت کا آیت میں فرمانا کہ، مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو، یعنی خوف و حزن شیطان کی طرف سے ہے۔ وہ رگوں کو بزدل بنا دیتا ہے اور عواقب و نتائج کی بھیانک اور خوفناک تصویر پیش کر کے کم حوصلہ اور پست ہمت لوگوں کو ولولہ جہاد سے روک دیتا ہے، مگر وہ لوگ جو خدا پرست ہیں، وہ سوائے احکم الحاکمین کے اور کسی سے نہیں ڈرتے، ان کا دل ہر قسم کے خوف وہراس اور ہر نوع کے حزن سے پاک ہوتا ہے، وہ دنیا میں پوری بے خوفی سے رہتے ہیں، وہ انجام سے بے پرواہوتے ہیں، وہ صرف یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ فی الحال ان کے فرائض کیا ہیں وہ اس چیز کی مطلقاً پرواہ نہیں کرتے کہ انہیں اس کے بعد کن نتائج و عواقب سے دوچار ہونا پڑے گا، وہ پورا پورا یقین رکھتے ہیں کہ خدا ان کا ہر آن معاون و مددگار ہے اور کسی مومن کا دل رب کے خوف سے خالی نہیں ہوتا کیونکہ خوف الٰہی مسلمان کے ایمان کی بنیاد اور شرط ہے، ہاں اتنا ضرور ہوتا ہے کہ کسی شخص میں رب کا خوف زیادہ ہوتا اور کسی میں کم ہوتا ہے اور یہ مسلمان میں اس کے ایمان کی کمزوری اور رب کے معرفت کی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کے دل میں کسی نہ کسی حد تک یا کسی نہ کسی مقدار میں خوف الٰہی ضرور موجود ہوتا ہے۔

4. فقر و زہد کا بیان

خوف اور امید کے بیان کے بعد امام محمد الغزالیؒ فقر و زہد کے بیان کو ذکر فرماتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ دنیا سے قطع تعلق دو طرح سے ہوتا ہے پہلا: دنیا بندے سے دور ہو جائے تو اسے فقر کہتے ہیں۔ دوسرا: بندہ خود دنیا سے دوری اختیار کرے تو اسے زہد کہتے ہیں۔ فقر اور زہد دونوں ہی سعادت مندی کے حصول میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور آخرت میں نجات کے حصول میں معاون بنتے ہیں۔ چنانچہ امام صاحبؒ فقر اور زہد سے متعلق متعدد قرآن مجید کی آیات کا ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد ان پر اپنے تفسیری قول تحریر فرماتے ہیں، ایک مقام پر قرآن مجید کی آیات ذکر کرتے ہیں:

یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (24)

ناواقف آدمی ان کو خوشحال خیال کرتا ہے ان کی خود داری کے سبب

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

الف۔ امام غزالی کا موقف:

آپؒ اس آیت کے ضمن میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر فرماتے ہیں کہ تنگی کے وقت اپنی حالت کو اچھا ظاہر کرنا، افضل ترین عمل ہے (25)

آپؒ قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر میں جو قول تحریر فرماتے ہیں اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقر کو اختیار کرنے والے شخص کے لئے یہ بات لازم اور ضروری ہے کہ ہر حال میں اور ہر کیفیت میں وہ اپنی حالت کو اچھا اور بہتر خیال کرے اور تنگی کے وقت بھی اپنی حالت کو اچھا ظاہر کرنا، افضل ترین اعمال میں سے ہے۔

زہد سالکین کے مقامات میں سے ایک اہم مقام ہے اور دیگر مقامات کی طرح یہ بھی علم، حال اور عمل کے مجموعے سے مرتب ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ زہد سے متعلق قرآن مجید کی متعدد آیات پیش کرتے ہیں اور پھر اس پر بھی اپنا تفسیر قول تحریر فرماتے ہیں چنانچہ ایک جگہ زہد سے متعلق قرآن پاک کی آیات کو بیان کرتے ہیں:

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ (26)

اور جنہیں علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا: تمہاری خرابی ہو، اللہ کا ثواب بہتر ہے۔

ب۔ امام غزالی کا موقف:

آپؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے زہد کا تصور اس وقت تک ممکن نہیں جب تک محبوب تر چیز محبوب چیز کا عوض نہ بنے۔ زہد کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بندہ ایک چیز کو ترک کر کے دوسری چیز کو حاصل کرتا ہے کیونکہ زہد ایک طرح کا لین دین اور ادنیٰ چیز کے بدلے اعلیٰ چیز حاصل کرنے کا نام ہے۔ (27)

ابو حامد الغزالیؒ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مختلف مثالوں کے ساتھ زہد کی تعریف اور تصور کو سمجھاتے ہیں یعنی آپ کے مطابق جس طرح خرید و فروخت میں بندہ بیچی گئی چیز کو سپرد کر کے اس کی قیمت حاصل کرتا ہے اسی طرح زہد کے لیے ضروری ہے کہ جس چیز میں زہد کیا گیا ہے یعنی دنیا، اسے مکمل طور پر اس کے ساتھ ترک کر دیا جائے، دل سے اس کی محبت کا خاتمہ ہو جائے اور اس کی جگہ نیکیوں کی محبت دل میں بسیرا کر لے۔ دنیا کو اپنے دل کے ساتھ ساتھ ہاتھوں اور آنکھوں سے بھی دور کر دے اور ہاتھوں آنکھوں سمیت بدن کے جملہ اعضاء کو نیک اعمال میں مشغول کر دے اور اس کی حالت اس شخص جیسی ہو گی جس نے بیچی گئی چیز خریدار کے حوالے کر دی لیکن اس کی قیمت وصول نہ کی۔ جب کوئی شخص لین دین کو مکمل کر کے سودے کو پورا کر لے تو پھر اسے اپنے سودے پر خوش ہونا چاہیے کیونکہ اس کا یہ سودا اللہ رب العزت کے ساتھ ہے اور رب کائنات اپنے عہد کو پورا فرماتا ہے۔ زہد سے متعلق ایک اور جگہ قرآن مجید کی آیت مبارکہ کو موضوع سخن بناتے ہیں:

اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا (28)

ان کو ان کا اجر دوبالا دیا جائے گا، بدلہ ان کے صبر کا

ج۔ امام غزالی کا موقف:

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کی تفصیل میں مفسرین نے فرمایا کہ ان لوگوں کو دنیا سے زہد پر صبر یعنی بے رغبتی اختیار کرنے کے سبب دوگنا اجر دیا جائے گا (29)

زہد کی فضیلت پر آپؒ نے چھ آیات مقدسہ، ستائیس احادیث و آثار اور اٹھارہ بزرگان دین کے اقوال پر بطور استشہاد پیش کیے۔ ان آیات بینات میں سے مذکورہ آیت کریمہ ذکر کرنے کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ اللہ کے وہ نیک بندے جو زہد کو اختیار کرتے ہیں ان کی شان اور عظمت کو آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ دنیا میں رہ کر دنیا کو اپنے اندر نہیں آنے دیتے یعنی دنیا کی محبت کو دل میں نہیں بساتے اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کرتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کے اس عمل کے سبب ان کو دوگنا اجر عطا فرمائے گا۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں موجود تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی وہاں حاضر تھے جبکہ آپ ﷺ مضبوط بٹی ہوئی پٹی کی چارپائی پر تشریف فرما تھے، حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک پہلوؤں اور رسی کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی (یعنی چارپائی پر کوئی چیز بچھی ہوئی نہ تھی)۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نرم و نازک جلد والے تھے۔ آپ ﷺ نے پہلو بدلا تو (نظر آیا کہ) آپ ﷺ کی نرم و نازک جلد

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

اور پہلوؤں میں پٹی کے دھنسنے کے نشانات ہیں۔ پس (یہ دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عمرؓ! تمہیں کس چیز نے رلا دیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بخدا میں نہ روتا اگر میں یہ نہ جانتا ہوتا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں قیصر و کسریٰ سے زیادہ معزز ہیں وہ تو دنیا میں عیش و عشرت سے زندگی گزار رہے ہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اِس حالت میں ہیں، جسے میں دیکھ رہا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرؓ! کیا تم اِس بات پر راضی نہیں کہ ہمارے لئے آخرت اور اُن کے لئے دنیا ہو۔ اُنہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں (یا رسول اللہ!)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک بات یہی ہے۔ (30)

امام محمد الغزالیؒ کے مطابق گویا یہ آیت کریمہ نیک لوگ جو زہد کو اختیار کرتے ہیں ان کی شان اور عظمت اور ان کے عمل کے اجر کے اوپر دلیل ہے۔

فقر و زہد کو بیان کرنے کے بعد آپؒ توحید اور توکل کا بیان لے کر آتے ہیں آپؒ فرماتے ہیں کہ توحید کے بعد توکل دین کی منزلوں میں سے ایک منزل اور یقین رکھنے والوں کے مقامات میں سے ایک مقام ہے، بلکہ یہ قرب الٰہی رکھنے والوں کے درجات میں سے ایک درجہ ہے۔

توکل درحقیقت علم کے اعتبار سے پیچیدہ اور عمل کے اعتبار سے نہایت مشکل ہے۔ پیچیدہ اس لیے ہے کہ اسباب پر نگاہ رکھنا اور ان پر بھروسہ کرنا توحید میں شراکت ہے، جبکہ اسباب بالکل ہی چھوڑ دینا سنت سے منہ موڑ لینا اور شریعت کے خلاف ہے۔

دیگر بیانات کی طرح توکل اور توحید کے بیان میں بھی امام محمد الغزالیؒ قرآن مجید کی متعدد آیات کو ذکر کرنے کے بعد ان پر اپنا تفسیری قول تحریر فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر قرآن مجید کی آیت کو تحریر کرتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (31)

اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

د۔ امام غزالی کا موقف:

آپؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ کتنا بڑا مقام ہے اس بندے کا کہ جس کا شمار اللہ رب العزت کے محبوب بندوں میں ہوتا ہے اور جس کے معاملات رب کائنات کے ذمہ کرم پر ہوں جس کے لئے اللہ رب العزت کافی ہو اور وہی اس کا محب اور نگہبان ہو تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی، کیونکہ محبوب کو نہ سزا دی جاتی ہے نہ اپنے قرب سے دور کیا جاتا ہے۔

ابو حامد الغزالیؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ ان اللہ کے نیک بندوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اسی کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں اور اپنے معاملات بھی اس کے ذمہ کرم پر چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ اللہ کے ایسے نیک بندے ہیں جن سے اللہ رب العزت بھی راضی ہے اور ایسے بڑی ان کو کامیابی حاصل ہوئی ہے کہ ان کو رب کا قرب حاصل ہو گیا۔

توحید اور توکل سے متعلق ایک اور جگہ قرآن مجید کی آیت پیش کرتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ

بیشک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں۔

ہ۔ امام غزالی کا موقف:

آپؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

أن كل ما سوى الله تعالى عبد مسخرحاجته مثل حاجتكم فكيف يتوكل عليه

اللہ رب العزت کے علاوہ اس کے سب بندے اسی کے تابع ہیں اور تمہاری ہی طرح کے وہ بندے ہیں۔ لہذا تم اس کے علاوہ کسی اور پر توکل کیسے کر سکتے ہو۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

آپؒ اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں کہ اس میں اللہ رب العزت کی وحدت اور اس کی ذات پر توکل کرنے کو بیان کیا گیا ہے اور اس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ انسان کو اپنے رب کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے، ادھر ادھر لوگوں پر بھروسہ کرنے کی بجائے صرف اسی ایک کو ماننے اور زندگی کے ہر معاملے اور مسئلے پر اسی کی ذات پر توکل اور بھروسہ کرے کیونکہ اس کے علاوہ ساری کے ساری مخلوق اس کی ذات پر بھروسہ کرتی ہے اور اسی کی طرف حاجت مند ہے تو پھر رب کے علاوہ کسی اور شخص کے اوپر کیسے بھروسہ اور توکل کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ کلام

توبہ کو امام غزالی ایک روحانی پراکرشی کی شکل میں تشریح کرتے ہیں۔ وہ توبہ کو گناہوں کی نادمی اور اللہ کی طرف رجوع کے اسلوب کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ صبر و شکر پر امام غزالی بہت زور دیتے ہیں۔ ان کے مطابق، صبر گرمی اور برسات کے دن میں اور شکر تنگی اور فراہمی کے وقت میں اہم ہوتے ہیں۔ خوف اور امید کا بیان امام غزالی خوف اور امید کو ایمان کی حیثیت سے تشریح کرتے ہیں۔ خوف اللہ کے عذاب سے اور امید اللہ کی رحمت سے وابستہ ہوتا ہے۔ امام غزالی فقر اور زہد کی اہمیت پر بات کرتے ہیں۔ وہ اسلامی روایات کی روشنی میں دنیاوی مال اور مالی امور سے دور رہنے کی تشریح دیتے ہیں اور فقر کو روحانیت کی راہ میں فائدہ مند مانتے ہیں۔ یہ اقوال امام غزالی کی کتاب "احیاء العلوم الدین" میں ان کی روحانی فہم کو اور عملی زندگی کی راہ میں ان کے تفسیری فہم کو سامنے لاتے ہیں۔

کتابیات

[1] ۔ التحریم، ۶۶: ۸

[2] ۔ غزالی، احیاء علوم الدین ۴/۵

[3] ۔ المنافقون، ۶۳: ۱۰ تا ۱۱

[4] ۔ التحریم، ۶۶: ۸

[5] ۔ النور، ۲۴: ۳۱

[6] ۔ غزالی، احیاء علوم الدین، ۴: ۹

[7] ۔ البقرہ، ۲: ۱۵۷

[8] ۔ النحل، ۱۶: ۹

[9] ۔ غزالی، احیاء علوم الدین، ۴: ۷۰

[10] ۔ الاعراف، ۷: ۱۹۴

[11] ۔ غزالی، احیاء علوم الدین، ۴: ۸۴

[12] ۔ البقرۃ، ۲: ۲۱۸

[13] ۔ غزالی، احیاعلوم الدین، ۴: ۱۴۳

[14] ۔ الزمر، ۳۹: ۵۳

[15] ۔ غزالی، احیاء اعلوم الدین، ۴: ۱۴۴

[16] ۔ یوسف، ۷۸

[17] ۔ الحجر، ۵۶

[18] ۔ حم السجدہ، ۴۹

[19] ۔ علی بن، حسام الدین بن قاضی خان، **کنز العمال**، مؤسۃ الرسالہ، مصر، طبع خامسہ، ۱۴۰۱، کتاب الاذکار، رقم الحدیث ۴۳۲۲

[20]۔ فاطرہ،۳۵: ۲۸

[21]۔ غزالی، **احیاء علوم الدین**،۴: ۱۵۶

[22]۔ ال عمران،۳: ۱۷۵

[23]۔ غزالی، **احیاء علوم الدین**،۴: ۱۶۱

[24]۔ البقرہ،۲: ۲۷۳

[25]۔ غزالی، **احیاء علوم الدین**،۴: ۲۰۶

[26]۔ القصص،۲۸: ۸۰

[27]۔ غزالی، **احیاء علوم الدین**،۴: ۲۱۸

[28]۔ القصص،۲۸: ۵۴

[29]۔ غزالی، **احیاء علوم الدین**،۴: ۲۱۹

[30]۔ حنبل، ابو عبد اللہ احمد، **مسند احمد بن حنبل**، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۲۰۰۱، مسند انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم الحدیث ۱۲۴۱

[31]۔ ال عمران،۳: ۱۵۹